اقبال کا مالیاتی و محاصلی نظریہ

احمد عبداللہ المسدوسی

یمحق اللہ الرباء ویربی الصدقاۃ[2] (سورۂ بقر پارہ سوم رکوع ۵)
ترجمہ :—اللہ تعالیٰ رباء کو مٹاتا اور صدقات کو ترقی دیتا ہے—

فکر اقبال کی نمایاں اور امتیازی خصوصیت اس کا کتاب و سنت سے ماخوذ و مستفاد ہونا ہے۔ جہاں اقبال نے تمدنی مسائل کے متعلق کچھ مخصوص نظریات پیش کئے ہیں وہیں مالیات عامہ اور محاصل سے متعلق بھی ان کا ایک مخصوص انداز ہے اور فکر اقبال کا یہ پہلو اس اسلامی سوشلزم کا لازمی جز ہے جس کا علامہ باربار ذکر کرتے ہیں[1]۔ اس اسلامی سوشلزم کے نمایاں خد و خال کو واضح کرنا علامہ اقبال کے اجتماعی فلسفہ کی تشکیل و تدوین کے ضروری مگر تشنہ کام کی تکمیل کے لئے از بس ضروری ہے۔ سطور ذیل میں ان کے اسی مخصوص محاصلی نظریہ کے مضمرات پر اجمالی بحث کی گئی ہے—

پنجاب کونسل کے رکن کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے ۲۳ فروری ۱۹۲۸ء کو آپ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص زمیندار ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا تو اسکو لازماً لگان ادا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر کوئی شخص زمین کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دو ہزار روپئے[2] سالانہ سے کم آمدنی پیدا کرے تو اس پر محصول عاید نہیں کرتے''—

اس لئے ڈاکٹر صاحب کی تجویز یہ تھی کہ جس شخص کے پاس پانچ بیگھے سے زیادہ زمین نہ ہو اور جہاں آبپاشی نہ کی جا سکتی ہو اور جس کی پیداوار عملاً معین مقدار میں ہوتی ہو تو اس پر لگان نہ لگایا جائے[3]—

۱- اقبال نامہ صفحہ ۳۱۹
۲- آجکل بجائے دو ہزار کے اقل حد بڑھا کر چھ ہزار روپئے کردی گئی ہے۔
۳- اقبال کا سیاسی کارنامہ از جناب محمد احمد خانصاحب۔ طبع اول صفحہ ۱۰۳

کی اس استطاعت پر مبنی ہے کہ وہ محصول ادا کر سکیں"[۹]۔ یہ دراصل وہی اصول ہے جس کو آدم اسمتھ یوں بیان کرتا ہے کہ "ہر شخص کو اپنی استطاعت کے موافق ٹیکس ادا کرنا چاہئے[۱۰]۔ اگر اس اصول کو مرعی نہ رکھا جائے تو اسکے جو خطرناک اور مضر اثرات غرباء پر عاید ہوتے ہیں اس کے بارے میں آگے چل کر ڈالٹن لکھتے ہیں :

"اس محصول کے جو افراد کی کارکردگی کو گھٹاتا ہے عائد ہونے سے افراد کے کام کرنیکی قابلیت گھٹ جاتی ہے اسلئے موجودہ معاشروں کے غریب تر ارکان پر محصول عاید کرنے کے خلاف ایک زبردست قیاس موجود ہے۔ کیونکہ یہ افراد ابھی تک اتنے غریب ہیں کہ انکی آمدنی میں تخفیف و کمی کے عام طور پر معنی یہ ہیں کہ موجودہ بالغوں کی کارکردگی اور ان کی اولاد کی مستقبل میں کارکردگی دونوں کو گھٹایا جائے"[۱۱]۔

لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ غریب افراد پر تعدیہ' محصول سے نہ صرف انکی اور ان کی اولاد کی آئندہ کارکردگی دونوں متاثر ہوتی ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی قوم کی مجموعی کارکردگی متاثر ہوتی اور قوم کی مجموعی آمدنی (ماحصل) میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اقبال نے زرعی پیداوار کی مستثنیٰ حد کے بارے میں جو تجویز پیش کی تھی وہ صدقات کی ایک قسم زرعی اراضی کے بارے میں تھی جس سے متعلق اوپر ہم نے زکواۃ کے بارے میں شرعی احکام واضح کرکے بتلایا کہ انہا کے نزدیک یہ محصول اندازی سے مستثنیٰ ہے لیکن غیر مسلموں کے محصول زرعی (خراج) کے بارے میں بھی ایک اسلامی نظام محاصل میں اسی اصول پر عمل ہوگا چنانچہ مالیات اسلامی کے مسلمہ عالم و ماہر ابی عبید اپنی مشہور تصنیف "کتاب الاموال" میں صراحت کرتے ہیں کہ ان کی حد بھی زکواۃ کی حد ہے[۱۲] اس لئے ان کی

9- *Principles of Public Finance* by Dalton—18th impression, London, Rontleger Keganpau Ltd.—page 89.

۱۰- اصول و طریق محصول تالیف اسمتھ۔ ترجمہ حبیب الرحمان۔ مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۳۷ء

11- *Ibid*—Page 89.

۱۲- کتاب الاموال صفحہ ۵۳۶

مزروعہ زمینوں کی پیداوار میں بھی پانچ اوساق سے کم پیداوار میں کوئی زر مالگذاری وصول نہ کی جائے گی۔

چھوٹے کاشتکاروں سے رعایت برت کر ان کی پیداوار کو محصول سے مستثنیٰ قرار دینے کا نتیجہ سرکاری آمدنی میں کمی نہیں ہوتا جیسا کہ بعض ظاہر بین سمجھتے ہیں بلکہ اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ قاضی ابو یوسف رحمہ خلیفہ ہارون الرشید کو مخاطب کرکے اپنی ''کتاب الخراج'' میں کہتے ہیں :۔

''اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر اس پر عمل کیا گیا تو کسی مسلمان یا ذمی (غیر مسلم رعایا) پر ظلم کئے بغیر بھی اللہ تعالیٰ تمہارے خراج (آمدنی و محاصل) کو بڑھادیگا۔'' [۱۳]

یہ صرف قاضی صاحب رحمہ کا ذاتی خیال نہیں بلکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا بھی دعویٰ ہے۔ ہم اختصار کے مد نظر صرف قرآنی ارشادات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ ''یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقات''۔ اللہ تعالیٰ ربٰوا کو مٹاتا اور صدقات (محاصل اسلامی) کو ترقی دیتا ہے۔

۲۔ فآت ذالقربیٰ حقہ والمسکین و ابن السبیل ذالک خیر للذین یریدون وجہ اللہ وأولئک ھم المفلحون۔ وما آتیتم من ربًا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ و ما آتیتم من زکواۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المفلحون۔
(سورۃ الروم پارہ ۲۱ رکوع ۶)

پس دے قرابت دار کو اور مسکین اور مسافر کو ان کا حق، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو چیز تم اس غرض سے دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچکر زیادہ ہو جائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکواۃ دوگے تو جس سے

۱۳۔ کتاب الخراج مصنفہ قاضی ابو یوسف ۔ صفحہ ۹ ۔

اللہ کی رضا تمہیں مطلوب ہو تو ایسے
لوگ خدائے تعالیٰ کے پاس
(اپنے دیئے کو) بڑھاتے رہینگے۔

آیات بالا میں زکواۃ میں اضافہ کا جو ذکر کیا گیا ہے کیا وہ فی الحقیقت (خاکم بدہن) صرف ایک نرا عقیدہ ہے جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں، یا ایک نفس الامری واقعہ اور تاریخی صداقت ہے اس کا جواب اگلی سطور میں پیش ہے۔

زکواۃ اور موجودہ زرعی محصول کا موازنہ

محصول مالگذاری کے موجودہ غیر اسلامی طریقہ سے جو آمدنی مملکت کو حاصل ہوتی ہے اس کا مقابلہ زکواۃ (عشر) کی مشروع آمدنی سے حاصل ہونے والی رقم سے اگر کیا جائے تو اس دعویٰ کی صداقت کا ثبوت مل سکتا ہے کہ محاصل میں نا انصافی اور زیادتی کے باوجود مجموعی حیثیت سے مملکت کو کم آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

موجودہ حالات میں زر مالگذاری کی وصولی کا عملی اختیار دونوں بازوؤں کی مقامی (صوبہ داری) حکومتوں کو حاصل ہے اس لئے ان کے متعلقہ اعداد مغربی اور مشرقی پاکستان کے صوبائی میزانیوں (Budgets) میں ملتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم ۱۹۵۶-۵۷ء کی بابت متعلقہ اعداد پیش کرتے ہیں جو مالگذاری اور آبپاشی دونوں کی بابت ہیں کیونکہ لگان اراضی نیز شرعی مطالبہ (زکواۃ و خراج) دونوں کا تعلق ان سے ہے اس لئے تقابلی مطالعہ کے لئے یہ ناگزیر ہے۔

(الف) مغربی پاکستان ۱۹۵۶-۵۷ء میں مالگذاری اور آبپاشی کے اعداد [۱۴]

(۱) مالگذاری	۶,۶۹,۰۰,۰۰۰ روپئے
(۲) آبپاشی	۹,۶۳,۰۰,۰۰۰ روپئے
میزان	۱۶,۳۲,۰۰,۰۰۰ روپئے

14- *Pakistan Statistical Year Book 1957*. (Central Statistical Office, Government of Pakistan Karachi) Pages 185-186.

(ب) مشرق پاکستان

(۱) مالگذاری ۵,۱۰,۰۰,۰۰۰ روپئے

(۲) آبپاشی ۲۳,۰۰,۰۰۰ روپئے

میزان ۵,۳۳,۰۰,۰۰۰ روپئے

صدر میزان الف اور ب ۲۱,۶۰,۰۰,۰۰۰ روپئے

اس طرح پاکستان کے دونوں بازوؤں میں زرعی اراضی سے جو آمدنی مملکت کو حاصل ہوتی ہے اسکی مجموعی مقدار اکیس کروڑ پینسٹھ لاکھ روپئے ہے۔
اب ہم عشر کی آمدنی کا حال معلوم کرینگے

اسلامی نظام محاصل (شریعت) میں پیداوار کا دسواں حصہ لیا جاتا ہے لیکن جہاں زمین کی آبیاری کا بندوبست خود کاشتکار کرے اور سرکاری پانی نہ لے تو دسویں حصہ (عشر) کی بجائے پیداوار کا بیسواں حصہ (نصف العشر) لیا جاتا ہے اسلئے عشر اور صدقات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ پاکستان میں ان دو مختلف قسم کی زمینوں کی مجموعی مقدار کیا ہے؟ بدقسمتی سے اسکے قابل اعتبار اور ٹھیک اعداد مرتب نہیں ہیں لیکن سالانہ زرعی پیداوار کے مشترکہ اعداد ملتے ہیں چنانچہ ۱۹۵۶-۵۷ء میں پاکستان کی سالانہ زرعی پیداوار کی قیمت بارہ ارب ایک کروڑ بائیس لاکھ روپئے بتلائی جاتی ہے[۱۵] لیکن یہ تخمینے حقیقی آمدنی سے کم ہیں کیونکہ پاکستان کے زرعی بینک کے منیجنگ ڈائرکٹر مسٹر مہتاب الدین صاحب کے بیان کے لحاظ سے صرف پاکستان کے مشرق حصہ کے زرعی پیداوار کی سالانہ آمدنی چھ ارب روپئے ہے[۱۶]۔ حالانکہ مذکورہ بالا شماریات کے اعداد اس سے کم ہیں نیز "شماریات کی سالانہ کتاب" مذکورہ بالا کے بارھویں باب میں اس امر کی صراحت پائی جاتی ہے کہ پیداوار زرعی کی قیمت ۱۹۴۹-۵۰ء و ۱۹۵۲-۵۳ء کی اوسط قیمتوں پر لگائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کتاب کے ایک جدول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں جو ہمارے اعداد زر مالگذاری کا سال ہے پیداوار زرعی کی قیمتیں بڑھی ہوئی تھیں[۱۷] چنانچہ وضاحت کے لئے ہم ذیل میں اس جدول کو درج کرتے ہیں البتہ اس میں سے درمیانی سالوں کے اعداد حذف کر دئے گئے ہیں لیکن چائے اور تمباکو کے اعداد اسی کتاب سے لیکر اضافہ کئے گئے ہیں۔

15- *Pakistan Statistical Year Book 1957*—Page 202

۱۶- اخبار "ڈان" انگریزی مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۹ء

17- *Pakistan Statistical Year Book*, Page 104

۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں منتخب اشیاء کی تھوک قیمتوں کا اشاریہ

سال	چاول	گیہوں	چنا	پٹسن	روئی	کھالیں	چمڑے	چائے (فی پونڈ)	تمباکو (فی من)	اون
1952	84,6	110	94	61,5	111,6	114	70,7	0-14-0	76-8-0	104,7
1953	96,2	111,8	100,5	97,6	108,6	149.5	127.4	2-1-9	88-2-0	203.7

اس جدول کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۲ء کے مقابلہ میں ہر چیز کی قیمت میں سوائے روئی کے اضافہ ہوا ہے حالانکہ خود ۱۹۵۲ء میں جنگ کوریا کے باعث قیمتیں غیر معمولی طور پر بڑھی ہوئی تھیں اور یہ ۴۹-۵۰ء سے زائد تھیں جو ۱۹۵۳ء کی زرعی پیداوار کی قیمت کی مساوی طرر پر بنیاد ہے چونکہ "شماریاتی سالانہ کتاب" محولہ بالا میں ۱۹۵۳ء کی قیمتوں کے لحاظ سے سالانہ زرعی پیداوار کی قیمت مشخص کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اسلئے معین طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ ۵۳ء میں بحیثیت مجموعی ۵۰-۱۹۴۹ء کے مقابلہ میں قیمت پیداوار زرعی میں کتنا اضافہ ہوا ہے لیکن ایک محتاط تخمینہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ مجموعی طور پر کم از کم ساڑھے بارہ فیصدی اضافہ ہوا ہے اس بنیاد پر اگر ہم ۵۳ء کی سالانہ زرعی پیداوار بارہ ارب روپئے میں اضافہ کریں تو یہ ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ اضافہ ہوگا اور مجموعی قیمت پیداوار بڑھکر بجائے بارہ ارب کے ساڑھے تیرہ ارب فرض کیجا سکتی ہے لیکن یہاں یہ یاد دلانیکی ضرورت ہے کہ بارہ ارب کے اعداد میں اغلباً سابقہ بلوچستان اسٹیٹس یونین اور قبائلی علاقوں کے اعداد شامل نہیں ہیں کیونکہ اس کتاب کے پانچویں باب میں یہ صراحت موجود ہے کہ "پاکستان میں استعمال اراضی کے مکمل اعداد موجود نہیں ہیں اور جو اعداد یہاں درج ہیں ان سے سابقہ بلوچستان یونین اور قبائلی علاقے خارج ہیں" اس لئے اندونوں علاقوں کی آبادی و رقبہ اور نسبتاً زیادہ قیمتی پیداوار (میوؤں) کو پیش نظر رکھ کر یہ فرض کرنا غلط نہ ہوگا کہ ان متروکہ علاقوں کی مجموعی قیمت ڈیڑھ ارب روپئے کے لگ بھگ ہوگی۔

اسطرح فقرات بالا کے لحاظ سے پاکستان کی زرعی پیداوار کی سالانہ قیمت پندرہ ارب ٹھہرتی ہے جس کا دسواں حصہ (عشر) ایک ارب پچاس کروڑ روپئے ہوتا ہے۔ عشر کی یہ رقم مالگذاری کی موجودہ رقم مندرجہ نمبر ۱ سے جو اکیس کروڑ پینسٹھ لاکھ ہے ، گنے سے زیادہ ہے ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔ نہ صرف عشر کے مشروع ٹیکس کو اختیار کرنے سے مالگذاری کی موجودہ شرح سے وصول ہونے والی مقدار سے سات گنا زیادہ رقم خزانہ سرکاری میں جمع ہوتی ہے

بلکہ دونوں بازوؤں کی (تمام مدات محاصل سے وصول ہونے والی) مجموعی سالانہ آمدنی سے بھی زیادہ رقم وصول ہوتی ہے چنانچہ دونوں صوبائی حکومتوں کو مختلف ذرائع سے جو مجموعی رقم وصول ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہے[۱۸]۔

(الف)	مغربی پاکستان کی جملہ آمدنی بابتہ ۵۶-۵۷	۵۸,۶۸,۰۰,۰۰۰ کروڑ روپئے
(ب)	مشرقی " " " " "	۳۲,۴۱,۰۰,۰۰۰ کروڑ روپئے
	میزان	۹۱,۰۹,۰۰,۰۰۰ کروڑ روپئے

دونوں صوبائی حکومتوں کی مجموعی آمدنی ۵۶-۵۷ء میں اکیانوے کروڑ نولاکھ روپئے ہوتی تھی اسکے مقابلے میں صرف عشر کی ایک مد سے اس رقم سے بقدر اٹھاون کروڑ نواسی لاکھ زیادہ آمدنی ہوتی ہے اور یہ اعداد ان لوگوں کے شبہات اور اندیشوں کو ختم کر دیتے ہیں جو اس عام خیال میں مبتلا ہیں کہ اسلام کا محاصلی و مالیاتی نظام عہد حاضر کی بڑھتی ہوئی مملکتی ضروریات اور ترقی پذیر معیشت کیلئے مکتفی نہیں ہے۔

اس نوبت پر ہم اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارا منشاء ایمانداری سے عشر کے مالی اثرات کا حقیت پسندانہ جائزہ لینا ہے اسلئے ہم اعداد کی بازیگری کے عام طریقہ کے برخلاف اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ اسلامی اصول محاصل کے تحت عشر کی اس آمدنی (ڈیڑھ دو ارب روپیوں) میں بعض وضعات لازمی ہیں جن کا ہم اگلے فقرات میں ذکر کرینگے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر صراحت کی ہے ان اراضیات کی پیداوار کا حساب عشر (دس فیصدی) کے بجائے نصف العشر (۵ فیصدی) کے حساب سے لگانا ہوگا جنکی آبیاری کاشتکاروں کے ذاتی کنوؤں سے ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس بارے میں بھی باوجود تلاش کے ہمیں ایسے اعداد نہ مل سکے جن سے پتہ چلتا کہ پاکستان کے جملہ مزروعہ رقبہ کا کتنا حصہ سرکاری ذرائع آب سے اور کتنا نجی ذرائع سے سیراب ہوتا ہے۔

18. *Pakistan Statistical Year Book 1957*—Pages 185-186.

البتہ اتنی بات واضح ہے کہ مغربی پاکستان کے مزروعہ رقبہ کا نسبتاً بہت بڑا حصہ سرکاری نہروں سے سیراب ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرق اور مغربی پاکستان کے آبیانے کے جو اعداد اوپر نقل کئے گئے ہیں ان سے بھی یہ چیز عیاں ہے کہ مشرقی پاکستان کی تیئیس لاکھ (۲۳ لاکھ) آمدنی کے مقابلہ میں اس مد سے مغربی پاکستان کی آمدنی نو کروڑ تریسٹھ لاکھ روپئے تقریباً چالیس گنا زیادہ ہے۔ اس طرح پاکستان کے جملہ مزروعہ رقبہ کے منجملہ مغربی پاکستان کا رقبہ چونکہ چھ گنے سے زیادہ ہے اسلئے یہ نتیجہ غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کے مزروعہ رقبہ تری کا پچھتر فیصد سرکاری پانی سے کاشت ہوتا ہے اس مفروضہ پر (کیونکہ متعلقہ اعداد مہیا نہیں ہیں) اگر ہم پچیس فیصد اراضیات پر دسویں حصہ کے بجائے نصف عشر عاید کریں تو مجموعی رقم ڈیڑھ ارب سے گھٹ کر ایک ارب تیس کروڑ سے کچھ زائد ٹھہرتی ہے—

اسلامی محصول (عشر) میں مستثنیٰ حد

دوسری وضعات پانچ اوساق سے کم پیداوار کا عشر سے مستثنیٰ ہونا ہے جسکی طرف آغاز کلام میں اشارہ کیا گیا اور جو اقبال رح کے نظریہ[*] عاصل کی بنیاد ہے حضرت شاہ ولی‌اللہ رح کی مذکورہ بالا تعبیر کے مطابق پانچ اوساق کی مستثنیٰ حد ایک کاشتکار خاندان کی سال بھر کی ضروریات کے لئے عہد رسالت میں کافی تھی موجودہ زمانے میں اسی اصول پر عمل کریں تو ہماری دانست میں ایک کاشتکار خاندان کی سال بھر کی ضروریات کے لئے دس ایکڑ اراضیات کی پیداوار مستثنیٰ ہو جائے گی۔ اگرچہ اقبال مرحوم کے نزدیک ہ بیگھے کافی تھے اور مغربی پاکستان کے لئے ہماری موجودہ حکومت کے قائم کردہ کمیشن اصلاح زرعی (Land Reform Commission) کے معزز ارکان کی رائے میں پندرہ ایکڑ اراضی اس غرض کے لئے ضروری ہے[19] لیکن یہ اونچا معیار موجودہ فی ایکڑ پیداوار کی روشنی میں کیا گیا ہے جو مسلمہ طور پر مشرقی ممالک کے مقابلے میں بھی گھٹیا اور کمتر ہے ورنہ اگر اوسط پیداوار کا لحاظ کیا جائے تو دس ایکڑ کی پیداوار کافی ہے چنانچہ پاکستان کے اولین شش سالہ ترقیاتی منصوبے کے مصنفین کا بھی یہی خیال معلوم ہوتا ہے[20] اور جہاں تک مشرقی پاکستان کا تعلق ہے یہ رقبہ اور گھٹ جاتا ہے کیونکہ خود حکومت کی وزارت امور اقتصادی کا بیان یہ ہے

19- *Report of the Land Reform Commission for West Pakistan*, January 1959—Page 12.

20- *Ibid*—Pages 66-68.

کہ ضلع تہرہ کے زرخیز علاقوں کیلئے ڈھائی ایکڑ ایک معاشی مقبوضہ ہے اگر پورے صوبے کا بحیثیت مجموعی خیال کیا جائے تو ۵ ایکڑ ایک معاشی مقبوضے کیلئے کافی سمجھے جائیں گے۔[۲۱]

الغرض بوجوہات ذیل ہم دس ایکڑ اراضیات کو ایک معاشی مقبوضہ سمجھکر عشر سے مستثنیٰ قرار دے سکتے ہیں—

(الف) زکواۃ کا نصاب شرعی اقل (کم سے کم) ہے جسکی مصلحت یہ ہے کہ اسلام معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد کو زکواۃ کی ادائی میں شریک بنا کر ان کے عزت نفس اور وقار میں اضافہ کرتا ہے کیونکہ ڈالٹن کے بقول اگر محصول آمدنی تمام لوگوں پر عائد ہوتا ہے خواہ وہ کتنے ہی غریب کیوں نہ ہوں تو وہ سب فضول خرچی کو روکنے میں تعاون کرینگے اور غرباء کا اخلاق مرتبہ بلند ہوگا[۲۲]—

(ب) دیہی زندگی کا معیار شہری زندگی کے مقابلے میں نیچا ہوتا ہے اور دیہی ماحول میں ضروریات کم۔ اسلئے اخراجات کم لاحق ہوتے ہیں—

(ج) شریعت کے نظام محاصل میں غریب طبقے کی بنیادی احتیاجات اور معاشرتی خدمات کی فراہمی مصارف صدقات (زکواۃ) میں داخل ہے—

الغرض دس ایکڑ اراضی کو ہم زکواۃ سے مستثنیٰ قرار دیں تو "ملک کے مجموعی رقبہ کا تقریباً ۲۰ فیصد حصہ خارج ہو جائیگا جیساکہ سابقہ صوبہ" پنجاب کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے[۲۳] اور دیگر صوبجات سے متعلق معین اعداد کی عدم موجودگی کے باعث ہم پنجاب کے اعداد کی بنا پر عمل کرنے پر مجبور ہیں اسطرح اگر ملک کی مجموعی پیداوار زرعی کی مالیت (ایک ارب تیس کروڑ) میں

21- *Economy of Pakistan 1950*. Page 64.

22- *Principles of Public Finance* by Dalton, Page 47.

۲۳- رپورٹ کمیشن زرعی اصلاحات (جنوری ۱۹۵۹) صفحہ ۱۳
ان اعداد و شمار کے رو سے سابقہ پنجاب کے کل ۲۶ کروڑ ۳۱ لاکھ ایکڑ اراضی میں سے ۷۰ لاکھ ۹۲ ہزار ایسے کاشتکاروں کے پاس تھا جو ۱۰ ایکڑ سے کم رقبہ کاشت کرتے تھے اور یہ حصہ کل کا ۲۰٫۴۸ فیصد ہوتا ہے۔

اگر ۳۲ فیصد مستثنی اراضیات کی پیداوار کو گھٹا دیا جائے تو اکتالیس کروڑ (۴۱,۰۰,۰۰,۰۰۰) کی رقم گھٹ کر مجموعی رقم تقریباً نواسی کروڑ (۸۹,۰۰,۰۰,۰۰۰) رہ جاتی ہے اور یہ رقم بھی موجودہ رقم مالگذاری سے تقریباً چارگنا ہے۔ نیز اسوقت دونوں صوبائی حکومتوں کی مجموعی آمدنی اکیانوے کروڑ نو لاکھ کے لگ بھگ ہے لیکن یہ اس ملحوظ خاطر رہے کہ یہ ان مختلف وضعات کے بعد حاصل شدہ رقم ہے جن کا منشاء چھوٹے اور غریب کاشتکاروں سے وہ بے مثال رعایت و فیاضی اور عدل معاشرتی برتنا ہے جو شرعی نظام محاصل کے علاوہ دنیا کے کسی اور نظام محاصل زرعی میں نہیں پایا جاتا اسکی خوبی کا مزید اندازہ حسب ذیل حقائق سے ہو سکتا ہے۔

زراعت اور مزروعین کی اہمیت کے متعلق ''کمیشن زرعی اصلاح'' کے معزز ارکان یوں رائے زنی کرتے ہیں :۔

''پہلے پنجسالہ منصوبے کی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زراعت اپنی متعلقہ شاخوں۔ افزائش نسل، حیوانات، جنگلات، سمکیات اور باغات کے ساتھ پاکستان کی معیشت کا سب سے بڑا گوشہ ہے قومی آمدنی کے مجموعے کا تقریباً ساٹھ فیصدی زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ غیر مضاف عمالی طاقت کا پچھتر (۷۵) فیصد زراعت میں مصروف ہے، دیہاتوں میں رہنے والوں کا نوے (۹۰) فیصد بلاواسطہ یا بالواسطہ زراعت پر تکیہ کرتا ہے، بیرونی زر مبادلہ کا تقریباً نوے (۹۰) فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے''۔[24]

''دیہاتی ہمارے ملک کی مجموعی آبادی کا نوے (۹۰) فیصد ہیں[25] اور ہمارے یہ دیہاتی ہمارے مجموعی محصول دہندوں کا تقریباً پچانوے (۹۵) فیصد ہیں

زرعی محصول دہندے ملک کی معیشت اور مالیات میں ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

یہ ایک حیرت ناک انکشاف سہی لیکن حقیقت واقعہ پر مبنی ہے کہ زرعی محصول دہندے ملک کی معیشت ہی کی طرح ملک کے مالیات عامہ کی

24- *Report of the Land from Commission* **Page 10.**

25- *The First Five Year Plan, 1955-60 (draft)* Volume I, May 1956. **Page 37.**

بھی ریڑھ کی ہڈی ہیں جیسا کہ اعداد ذیل سے ظاہر ہے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد پاکستان میں غیر زرعی محصول آمدنی ادا کرنے والوں کی تعداد بڑھکر اب ایک لاکھ ہوگئی ہے لیکن زرعی محصول ادا کنندگان کی تعداد کا حال یہ ہے کہ صرف سابقہ پنجاب میں ان کی تعداد بائیس لاکھ تھی جیسا کہ ہماری بحث سے ظاہر ہوتا ہے دیگر صوبوں اور علاقوں کے زرعی محصول دھندوں کا شمار بھی اسی تناسب پر کیا جائے تو ان کی مجموعی تعداد اسی (۸۰) لاکھ سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ ایک لاکھ غیر زرعی محصول دھندوں کے مقابلے میں عددی حیثیت سے جو اہمیت رکھتے ہیں ان پر زور دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

بوجوہات بالا یہ عیاں ہے کہ اگر ہم مالگذاری کے موجودہ نظام کو ترک کرکے صدقات کے مشروع نظام کو اختیار کریں تو کئی طرح کے فوائد متصور ہیں:—

(۱) حکومت کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) کاشتکاروں کی اکثریت پر سے (جو ملک کی معیشت کا اصلی ستون ہیں) محصول کا بار ہٹ جاتا ہے۔

(۳) "زیادہ سے زیادہ لوگوں کا زیادہ سے زیادہ فائدہ" کا منصفانہ اصول جو سیاسیات ہی کی طرح مالیات عامہ کا بھی رہنما اصول ہے برسرکار آتا ہے کیونکہ اس پر عمل درآمد کے نتیجہ میں چھوٹے کاشتکار جنکی تعداد زرعی محصول دھندوں کی تعداد کا (۷۶) فیصد اور مجموعی زرعی اور غیر زرعی محصول دھندوں کا پچھتر (۷۵) فیصد ہے ادائی محصول سے بری ہو جاتے ہیں جو ایک غیر معمولی اور عظیم الشان اصلاحی اقدام ہوگا۔

(۴) اتنی کثیر تعداد کو معاف دینے کے باوجود ملک کی مجموعی زرعی آمدنی میں متناسب کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ ان کے قبضے میں ملک کے مجموعی زرعی رقبہ کا صرف ۳۲ فیصد کے قریب ہے اور باقی چار لاکھ افراد کے قبضے میں تقریباً اڑسٹھ (۶۸) فیصد رقبہ ہے جس سے مملکت کو تقریباً نواسی کروڑ (۸۹) رقم وصول ہوتی ہے۔ لیکن یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ کمی محصول عشر کی وجہ سے نہیں بلکہ اسکے منصفانہ اصولوں کی رعایت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

۹—بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ صدقات (عشر) کی پیداوار میں دس فیصد وصول کرنے کا طریقہ قدیم و فرسودہ اور ناقابل عمل ہے جو ابتدائی معیشت کی نشانی ہے اگرچہ اسلامی محاصل کے اصولوں کے تحت جنس کے بجائے نقدی میں بھی عشر و خراج لیا جا سکتا ہے لیکن پسندیدہ اور مرجح بھی ہے کہ جنس میں وصول کیا جائے تاکہ زر مالگذاری کی وصولی کے خاطر کاشتکار اپنی پیداوار کم داموں میں بیچنے پر مجبور نہ ہوں اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جنس کے بجائے معین رقم میں مالگذاری وصول کرنیکا طریقہ انصاف یا کاشتکاروں کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ حریص حکمرانوں کی زر اندوزی کیلئے شروع ہوا ورنہ یہ طریقہ بہتر ہے اور موجودہ غذائی مسئلہ کی نوعیت میں تو یہ کئی طرح مفید اور ضروری ہے جس پر یہاں تفصیلی بحث موجب طوالت ہوگی البتہ اسقدر اشارہ کافی ہے کہ موجودہ نگرانی کی معیشت میں بصورت اجناس محاصل کی وصولی اجناس کی قیمتوں پر قابو رکھنے اور غیر زرعی طبقات خصوصاً شہری آبادی کی ضروریات کی فراہمی اور تقسیم کے لئے بے حد سہولیت بخش ہے چنانچہ بصورت جنس محاصل کی وصولی کا طریقہ جو پچھلی صدیوں میں متروک ہو گیا تھا اب پھر موجودہ صدی میں مجبوراً اختیار کیا جانے لگا ہے چنانچہ ڈالٹن جیسے عملی ماہر مالیات و سیاستدان کی شہادت یہ ہے :—

"چنانچہ ۱۹۰۹ء کے بعد سے مالکان اراضی کا محصول مدت زر مالگذاری کے حکام کی رضامندی سے اراضی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے گو کہ جب ۱۹۰۹ء میں پہلی مرتبہ یہ تجویز دارالعوام میں پیش ہوئی تو اس بنیاد پر اس کا مضحکہ اڑایا گیا کہ اگر اسکو قبول کیا گیا تو اسکے بعد شراب کشید کرنے والے اس کا مطالبہ کرینگے کہ ان کا محصول مدت وہ وھسکی (شراب) کی صورت میں ادا کریں"[26]

"۱۹۲۰ء کے بعد سے ممالک متحدہ امریکہ میں تیل پیدا کرنے والی سرکاری مملوکہ اراضیات کے قول کی بابت ادا شدنی رقومات ملکیت (رائلٹی) وفاقی حکومت کو تیل کی صورت میں ادا کئے جا سکتے ہیں"[27]—

26- *Principles of Public Finance* by Dalton, Page 5.

۲۷— اخبار "ڈان"، انگریزی مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۹ء

غالباً یہی وہ جدید اور بدلتا ہوا رجحان ہے جسکی طرف معزز ارکان ''کمیشن اصلاح زرعی،، نے اپنی رپورٹ میں یوں اشارہ کیا ہے :—

''ہم نے اس سوال پر غور کیا کہ پیداوار کے محرک کو مہیا کرنے کے نقطہ نظر سے کیا یہ مرجح و بہتر ہوگا کہ زر لگان کی ادائی کے موجودہ طریقے کو پیداوار کے خام حصے کی صورت میں بدل دیا جائے۔ نظری حیثیت سے زر لگان کی پیداوار کی ایک مقررہ مقدار کی صورت میں یا مقررہ رقم میں ادائی بشرطیکہ سطح نیچی ہو کاشتکار کے نقطہ نظر سے قابل ترجیح ہے کیونکہ ایک مقررہ زر لگان کی صورت میں اسکے لئے پیداوار بڑھانے اور حق کاشت میں ترقی اور اضافے کے پورے ثمرات سے متمتع ہونے کا محرک جذبہ موجود ہوتا ہے لیکن ایسی صورت میں خسارہ کا پورا بار کشت کار کو برداشت کرنا ہوگا، موسموں، بارش اور ندیوں کے بہاؤ میں تبدیلیوں کے ناگہانی اثرات سال بہ سال زرعی پیداوار کو مغربی پاکستان میں اس قدر غیر یقینی بنا دیتے ہیں کہ مقررہ لگان کو اختیار کرنا چاہے نقدی میں ہو یا جنس میں مزارعین کے لئے ایک بڑا جوکھم ہے جو انہیں برداشت کرنا پڑیگا،،

ہم بصد ادب و احترام معزز ارکان کمیشن کی اس رائے کے متعلق یہ عرض کرنے کی اجازت چاہینگے کہ جہاں تک بصورت جنس ادائی لگان کا تعلق ہے ان کی مشکل کو سمجھنا آسان نہیں ہے کیونکہ موسموں کی خرابی کثرت بارش یا دریاؤں کے اتار چڑھاؤ کے باعث اگر فصلوں کو نقصان پہنچ جائے تو کیوں بصورت جنس ادائی لگان میں دشواری پیدا ہوگی؟ کیا معافی کے یا کمی لگان کے اصول صرف متغیر محصول ہی کی صورت میں ممکن ہیں معین محصول (چاہے نقدی ہو یا جنس) کی صورت میں ممکن یا قابل عمل نہیں؟ اگر واقعہ یہی ہے تو بھی بصورت جنس یہ زیادہ آسان ہے کیونکہ عشر (دسواں حصہ) پیداوار کی شرح زیادہ سازگار ہے کیونکہ فصل کے اچھے یا برے ہونے کی دونوں صورتوں میں اس معینہ شرح پر عمل کرنا آسان تر اور منصفانہ ہے اور جہاں تک شرح لگان کے معین ہونے کے نقص اور موجودہ طریق لگان کے متغیر ہونے کی واجبیت اور خوبی کا تعلق ہے یہ امور ماہرین کے نزدیک چونکہ قطعی اور فیصلہ کن نہیں کہلائے جا سکتے اسلئے کمیشن کے معزز ارکان کے استدلال کی قوت کو تسلیم کرنا دشوار ہے۔

مالگذاری اور آبیانے کی شرحیں صدقات کی شرح سے زائد ہیں

پچھلے صفحات میں ہم معلوم کر چکے ہیں کہ صدقات کی صورت میں

مملکت کو جو آمدنی ہوگی وہ مالگذاری اور آبیانے کی موجودہ آمدنی سے کئی گنا بڑھی ہوئی ہے اور اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زرِ مالگذاری اور آبیانے کی شرح عشر کی شرح سے زیادہ ہے :-

(الف) چنانچہ پہلے آبیانہ کی شرح لیجئے - اسکے بارے میں ''کمیٹی تحقیقاتی برائے محصول اندازی،، (Taxation Enquiry Committee) کی رپورٹ کا بیان ہے کہ پنجاب کی نہروں کی شرح ۱۹۰۰ء کی پیداوار کے ۹ فیصد پر مقرر ہوئی تھی اس ۹ فیصد کے مقابلہ میں زکواۃ کی شرح صرف ۵ فیصد ہے کیونکہ سرکاری ذرائع آب سے سیرابی کی صورت میں اراضیات کی پیداوار سے ۵ فیصد (نصف العشر) زائد لیکر جملہ دس فیصد (عشر) لیا جاتا ہے اسلئے یہ زائد ۵ فیصد آبیانہ ہوگا-

(ب) اب مالگذاری کی شرحوں کا مقابلہ کیجئے-

مالگذاری کی شرحیں

بر صغیر پاک و ہند میں مالگذاری کی جو شرحیں رائج تھیں وہ مختلف علاقوں میں مختلف تھیں لیکن عموماً ان کی انتہائی حد پیداوار کا ایک تہائی تھی چنانچہ اس ضمن میں رومس دت (Romas Dutt) لکھتے ہیں - ''حکومت نے اب جو انتہائی حد مقرر کی ہے وہ کھیت کی پیداوار کا ایک تہائی ہے،، ۲۸ اب ہم زیادہ معین طور پر پاکستان کے مختلف علاقوں کی شرح مالگذاری کی بابت علیحدہ غور کرینگے-

(۱) سابقہ صوبہ سندھ -

سندھ میں تعدیۂ محصول کا حسب ذیل طریقہ اور معیار ہے :-

''بہر حال موجودہ صدی کے آغاز پر حکومت کے حصے کے طور پر زمین کی مالیت کرایہ کا پچاس فیصد مقرر کی گئی اس تناسب میں کبھی اضافہ نہیں ہوا اور لائیڈ بیاریج کی تعمیر کے بعد سے معیار چالیس فیصد مقرر کیا گیا اور قریبی زمانے میں تو اسکو گھٹا کر زمیندار کے خام حصے کو ایک تہائی (⅓۳۳ فیصد) مقرر کیا گیا ۲۹-

28- *The Economic History of India under early British rule*—6th edition, Keganpaul, Trench Trubner & Co. Ltd. Pages 169-170.

29- *The Economy of Pakistan*, Published by Govt. of Pak. 1950-*Page* 44.

چونکہ محصول کا تعین زمیندار کے حصے کے لحاظ سے کیا گیا ہے اسلئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ زمیندار کو ہاری سے پیداوار کا کتنا حصہ ملتا ہے اس بارے میں بھی اسی مستند (سرکاری) کتاب کا بیان یہ ہے۔

"جب فصل تیار ہوجاتی ہے تو زمیندار عموماً کسی آدمی کو مقرر کرتا ہے تاکہ وہ اسکی نگرانی کرے کہ فصل میں چوری نہ ہو اسکے بعد زمیندار پیداوار کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے اس کا ایک حصہ زمیندار لیتا ہے اور دوسرا ہاری۔"[۳۰]

اسکے معنی یہ ہوئے کہ زمیندار کے حصے (پچاس فیصد) کا کم از کم ایک تہائی رقم مالگذاری ہے اس لحاظ سے کل پیدار کا ۱۶ ۲/۳ فیصد مالگذاری ہے اسکے علاوہ بھی کچھ اور محاصل ہیں جنکے اضافے کے بعد یہ شرح مسلمانوں کی حد تک تقریباً ۲۰ فیصد اور غیر مسلموں کی حد تک تقریباً انیس فیصد ہو جاتی ہے لیکن بہتر ہوگا کہ ہم اسی کتاب کا متعلقہ حصہ ذیل میں درج کریں۔

"زمیندار کے ادا کردہ محاصل"، پیداوار کے پچاس فی صد میں سے جو زمیندار اپنے حصے کے طور پر ہاری سے لیتا ہے اور ابواب کی بابت اسکو جو رقم ملتی ہے اسکو وہ پیداوار کے تولنے اور منتقل کرنے میں صرف کرتا ہے تیار فصل کاٹ کر جو خالص منافع ہوتا ہے وہ اسکا ۳۳ ۱/۳ فیصد مملکت کو ادا کرتا ہے اسکے ذمہ ڈسٹرکٹ اور لوکل بورڈ کے محصول کی ادائی بھی ہے جو ۱۲ ۱/۲ فیصد ہے اسی طرح تشخیص محصول اراضی اور عارضی محصول تعلیم کی بابت ۶ ۱/۴ محصول ادا کرتا ہے اسطرح ایک مسلم زمیندار کی خالص آمدنی پر ان محاصل کا مجموعی تعدیہ 12-3-39 اور غیر مسلم پر 12-1-37 فیصد ہے۔"[۳۱]

ظاہر ہے کہ یہ زکواۃ کی شرح سے تقریباً چوگنی ہے کیونکہ آبیانے کو چھوڑ کر زکواۃ کی شرح پانچ فی صد ہے۔

(۲) سابق صوبہ شمال مغربی سرحد۔۔اس کا حال یہ ہے۔

"مالگذاری اراضی کی بابت حکومت کا مطالبہ زمیندار کے حصے کے

30- *Ibid* Page 45.

31- *Economy of Pakistan* Page 45.

ایک چوتھائی (۲۰ فیصد) پر مقرر ہے سو من مجموعی پیداوار میں سے آٹھ من معمولی مطالبات کے لئے وضع کئے جاتے ہیں اور بقیہ ۹۲ من کو ۴۶ من کے دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جسمیں سے ایک حصہ کاشتکار کو ملتا ہے اور دوسرا زمیندار کو (اسمیں مقامی رواج کے لحاظ سے کمی و بیشی ہوتی ہے) حکومت کا حصہ زمیندار کے حصے کا ۲۰ فیصد ہے یعنی ۱۰۰ من پیداوار کی صورت میں تقریباً ۱۲½ ''[32]۔

یہ شرح بھی زکواۃ کی شرح سے دگنی سے بھی زائد ہے۔

(۳) سابق صوبہ پنجاب — محولہ بالا کتاب کا بیان ہے کہ

''قانونی طور پر یہ محکوم ہے کہ کسی پیمائشی حلقہ کی مالگذاری کا مطالبہ اسکے مجموعی واصلات کی تخمینی نقد قیمت کی ایک چوتھائی سے زیادہ نہ ہوگا[33] —

''یہ شرحیں غیر مبدل ہیں جن اراضیات پر عائد ہوتی ہیں ان میں مختلف فصلوں کے لحاظ سے ہوتی ہے''[34]۔

یہ شرح بھی زکواۃ کی شرح کے مقابلہ میں چوگنی اور پانچ گنی کے درمیان ہے۔

(۴) سابق بلوچستان

''مالگذاری کی معمولی شرح خام پیداوار کا چھٹا حصہ ہے جب جنس میں مالگذاری وصول کی جاتی ہے تو پھر غلہ کے مساوی چارہ بھی وصول کیا جاتا ہے۔[35] یہ شرح زکواۃ کی شرح سے تگنی ہے۔

(۵) مشرق بنگال (سابق بنگال)

32- *Ibid* Page 48.

33- *Ibid* Page 53.

34- *Economy of Pakistan*, Page 54.

35- *Economy of Pakistan*, Page 57.

بنگال کی شرح مالگذاری کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا دو وجوہ سے مشکل ہے

(۱) بندو بست دوامی (۲) اور مشرق بنگال میں لگان کسی سائنٹیفک اصول پر مقرر نہیں ہوا ہے اور نہ ہی زمین کی نوعیت یا زمین کی پیداوار کی مالیت سے وہ کوئی مسلمہ نسبت رکھتا ہے[۳۶] تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس صوبہ میں چار طرح کی زمینیں ہیں جنکی شرحیں کسی طرح پیداوار کے دسویں حصہ سے کم نہیں ہیں تفصیلات کے لئے دیکھئے صفحات ۷۷ تا ۷۹ کتاب (*The Economy of Pakistan* 1950)

فقرہ بالا کے مندرجات سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ آبیانہ اور مالگذاری کی موجودہ شرحیں زکواۃ کی مقررہ شرحوں سے بڑھی ہوئی ہیں اسکے باوجود مملکت کو اس بڑھی ہوئی شرح سے جو مجموعی آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ زکواۃ کی کم تر شرح سے حاصل ہونے والی آمدنی کے مقابلے میں حیرتناک طور پر کم ہے کیا یہ کلام اللہ کی صداقت کی دلیل نہیں کہ صدقات (محاصل اسلامی) میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔ یہ صرف عشر اور مالگذاری کی آمدنیوں کے بارے ہی میں صحیح نہیں بلکہ اسلامی اور غیر اسلامی ذرائع آمدنی کی تمام موصولات (آمدنی) کے مقابلہ میں بھی صحیح ہے چنانچہ تاریخ اسلام کی طویل صدیوں میں بار بار یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے حالانکہ اسلامی محاصل کے دیگر ابواب مساوی طور پر متبادل غیر اسلامی محاصل سے ہلکے اور کم ہیں۔

یہ موضوع ایک مستقل مقالہ کا محتاج ہے اور ہم نے اپنی کتاب ''اسلام کا محاصلی و مالیاتی نظام،، میں ایک مستقل باب میں وہ بے شمار تاریخی مثالیں اکٹھا کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کبھی صرف مشروع اور محدود محاصل پر اکتفا کیا گیا جنکی زیادہ سے زیادہ شرح بیس فی صدی اور زیادہ تر شرح ۲½ فیصدی تھی تو مملکت کی آمدنی میں نہ صرف سابقہ بھاری ٹیکسوں کے عہد کے مقابلے میں اضافہ ہوا بلکہ وہ مملکت کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد بھی بچ رہی یہاں ہم بطور مشتے نمونہ از خروارے تاریخ اسلام کے تین اہم اور نمایاں ادوار کا سرسری تذکرہ کرتے ہیں۔

36- *Economy of Pakistan,* **Page 69.**

خلافت عمر بن عبدالعزیز

ہم خلافت راشدہ کا اسی ضمن میں ذکر اسلئے متروک کرتے ہیں کہ اس دور کے متعلق ہمیں بعض خوش فہم حضرات کے اس بے بنیاد اندیشے کی تردید میں قارئین کا کافی وقت ضائع کرنا پڑیگا کہ محاصل اسلامی کی کفائت اور عام مرفہ الحالی کا بڑا سبب مملکت اسلامی کے مرکز کا صرف جزیرۃالعرب تک محدود ہونا اور فتوحات کے نتیجہ میں کثیر مال دولت کا ملک اور مملکت کو حاصل ہونا تھا یا پھر اس دور کی سادگی تھی لیکن دوسری صدی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رض کا دور ان شبہات سے پاک ہے ان کی مملکت کے حدود تین بر اعظموں (ایشاء، یورپ اور افریقہ) پر پھیلے ہوئے تھے فرغانہ اور سندھ کی سرحدوں سے لیکر اسپین کی سرحدوں تک یہ معلوم و قدیم دنیا پر چھائی ہوئی تھی اور روئے عالم پر یہ اپنے دور کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور مورخین کے بیان کے مطابق اس دور میں فتوحات اور ملک گیری بھی نہیں ہوئی [۳۷] کہ مال غنیمت خزانہ کو پر کرے۔ آپ نے خلافت سنبھالتے ہی تمام غیر مشروع محاصل (فتوحات۔ ہلالی ٹیکس) یکلخت موقوف کردئے اور جب انکے گورنروں نے اس اندیشے کا اظہار کیا کہ اس سے خزانہ شاہی خالی ہوجائیگا تو آپ نے مطلق پرواہ کئے بغیر اپنا تاریخی جواب دیا کہ "خدا کا نبی محصول گزار نہیں بلکہ داعی حق و انصاف تھا،، اس لئے اس خام خیالی کو نظر انداز کیا جائے لیکن آپ کے ڈھائی سالہ عہد میں عملی نتائج ان خیالی اندیشوں کے بالکل خلاف نکلے۔ آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوا صرف عراق کی آمدنی دس کروڑ درہم سے زیادہ ہوئی حالانکہ آپ سے پہلے حجاج کے دور میں صرف ۲ کروڑ ۱۸ لاکھ درہم [۳۸] تھی اسی صورت حال کے تعلق سے آپ کا مشہور جملہ زبان زد خاص و عام ہے کہ "خدا حجاج پر لعنت کرے کہ بد بخت کو نہ دین کا سلیقہ تھا نہ دنیا کا، رعایا پر ظلم کرکے جہنمی بنا اور خزانہ شاہی کا نقصان کیا دوسرے مملکت کی نہ صرف دفاع اور عدل گستری کی ضروریات پوری ہوئیں جو آپ کے دور میں تمام دنیا کی غیر اسلامی مملکتوں کی تنہا ذمہ داریاں تھیں بلکہ وہ تمام رفاہی اور معاشرتی ضروریات پوری ہوئیں جو اسلامی نظریہ سیاسی کے تحت اسلامی مملکت کی ذمہ داریاں ہیں جیسا کہ صدقات کے مدات صرف سے ثابت ہے۔

۳۷۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز۔ مصنفہ عبدالسلام ندوی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ۔ طبع سوم۔ صفحہ ۶

۳۸۔ الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی۔ جلد دوم طبع اول۔ صفحہ ۷۷

الغرض تمام اصلی اور ضمنی فرائض مملکت کی باطمینان تمام انجام دہی کے بعد بھی اتنی کثیر رقم خزانہ سرکاری (بیت‌المال) میں بچ رہی کہ اس وسیع اور مملکت کے ہر حصے میں اس رقم کو ٹھکانے لگانے کے لئے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے احکام جاری کئے گئے ۳۹ ـ

نورالدین زنگی کا دور

اسلامی تاریخ کا دوسرا اہم دور نور الدین زنگی کا دور ہے جبکہ مسیحی یورپ عالم اسلام پر ٹوٹ پڑا تھا یورپ کی متحدہ یلغار کے مقابلے اور مدافعت کیلئے بڑھے ہوئے جنگی اخراجات کی تکمیل کی خاطر خزانہ سرکاری میں کافی رقم کی ضرورت مسلم ہے اس لئے ان لوگوں کیلئے یہ بات بڑے اچنبھے کی ہوگی جو سمجھتے ہیں کہ دفاع کی موجودہ اہم اور گراں خرچ ضروریات کے لئے اسلامی نظام محاصل مکتفی نہیں کہ اس دیندار حکمران نے اپنے وزیر اعظم یا ایک عابد و زاہد کے ایما پر تمام غیر شرعی محاصل معاف کر دئے اور پھر بھی یورپ کی متحدہ یورش کا کامیاب مقابلہ کیا اندرونی نظم و نسق کے چلانے اندرونی امن و امان کے قیام یا بیرونی حملے کو پسپا کرنے میں صرف صدقات کی آمدنی کافی ثابت ہوئی۔

عالمگیری دور

تیسرا اہم دور عالمگیر کا ہے جو اٹھارویں صدی کے اوائل میں نہ صرف بلحاظ آبادی اور وسائل دنیا کی سب سے بڑی (بشمول خلافت عثمانی) سلطنت تھی بلکہ بلحاظ تعلیم نظم و نسق اور فوجی تنظیم کے بھی معاصر سلطنتوں میں ممتاز تھی۔ اندرونی فتنوں اور خانہ جنگی اور بغاوت کے فرو کرنے یا رعایا کی سود و بہبود کے ہمہ گیر تقاضوں کو پورا کرنے میں عالمگیرؒ کو غیر مشروع محاصل کا سہارا نہ لینا پڑا بلکہ مآثر عالمگیری کی شہادت کے علاوہ سرکار اور مورلینڈ کی شہادت بھی یہی ہے کہ آپ نے اپنے دور میں ستر سے زائد غیر مشروع محاصل معاف کرکے صرف مشروع محاصل سے ان اخراجات کی بانجہائی کی ۴۰۔ اسلامی محاصل

39- *Moghal Administration* by Sir Jadunath Sircar Kt. C.I.E., 3rd edition, M.C. Sirkar & Son Ltd., Calcutta—1935—Page 81.

۴۰- معاشی حالات ہند از اکبر تا اورنگزیب۔ مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۳۱ صفحہ ۳۰۲

نہ صرف ان معمولی (قیام، امن و امان، نظم و نسق، تعلیم وغیرہ) فرائض کی انجام دہی کے لئے کافی ہوئے بلکہ اتنے زائد ثابت ہوئے کہ اس عظیم الشان ملک کی کروڑوں کی آبادی کے کروڑوں افراد کے معاشی کفیل تھے چنانچہ تھامس کے الفاظ میں ''آدھی سلطنت حکمران کی فیاضیوں پر جیتی ہے یا کم از کم اسکی ملازم یا تنخواہ یاب ہے[41] اور مآثر عالمگیری کے الفاظ میں ''جس قدر خیرات و مبرات حضرت عہد معدلت میں ہوئی اور جسقدر وظائف علماء و فقراء و نیز دیگر اہل احتیاج کو عطا کئے گئے اس کا عشر عشیر بھی کبھی کسی سابقہ حکومت میں رونما نہ ہوسکا[42] یہ صدقات اسلامی پر عملدرآمد کا ثمر شیریں تھا جسکے متعلق تھامس ہی کی شہادت یہ ہے ۔ کہ ''عہد عالمگیری کی سرکاری آمدنی اپنے پیشروؤں (شاہجہان اور اکبر) سے زیادہ تھی[43] عالمگیر کے بارے میں اسی تاریخ حقیقت کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے—

درمیان کار زار کفر و دین
ترکش ما را خدنگ آخرین

۴۱- ذرائع محاصل سلطنت مغلیہ ہند۔ مصنفہ اڈورڈ تھامس ۔ بنگال سول سروس مترجمہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۵ء ۔ صفحہ ۶۱

۴۲- مآثر عالمگیری ۔ مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۔ صفحہ ۳۶۸

۴۳- ذرائع محاصل سلطنت مغلیہ ہند۔ صفحات ۶۶ تا ۶۸